تعمیرِ حیات

ندوۃ العلماء لکھنؤ

پندرہ روزہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ
مطابق ۱۰ جون ۱۹۶۸ع

ترجمانِ
تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

قیمت فی پرچہ ۳۰ پیسے
چندہ سالانہ سات روپیہ

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Regd - No. L 1981

Phone No. 22948

TAMEER-E-HAYAT
(FORTNIGHTLY)
DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

تمرین الصرف ، تمرین النحو

جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اس کا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں ان کے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دارالعلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اس کی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو طبع ہو چکی ہیں، یہ دارالعلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفیٰ ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے

قیمت ...

القراءۃ الراشدۃ

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت حصہ اول ... حصہ دوم ... حصہ سوم ...

مختارات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ دونوں جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق ہے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں بلکہ بہت سی دوسری کتابوں کا نعم البدل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد کے علاوہ لکھنؤ، علیگڑھ، کلکتہ، پنجاب اور مدراس یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، شام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے

قیمت حصہ اول ... حصہ دوم ...

منثورات

از: مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان نثروں کا انتخاب کیا ہے ... اسلامی جذبات ... سیرت نبوی، تاریخ اسلام ... نظم قدیم کے ساتھ نثر جدید اور نظم قدیم بھی شامل ہے ... داخل نصاب کیا ہے

قیمت ...

Cover printed at Nadwa Press, Lucknow.

پندرہ روزہ لکھنؤ

تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۸ھ
مطابق
۱۰ جون سنہ ۱۹۶۸ء

چندہ
سالانہ ...... ۷ روپے
ششماہی ...... ۴ روپے
فی کاپی ۳۰ پیسے

شمارہ نمبر ۱۵	بسم اللہ الرحمن الرحیم	جلد نمبر ۵

سیرت کا پیغام

از محمد الحسنی

ربیع الاول کا مہینہ ہر سال انسانیت کو سیرت کا وہ پیغام دیتا ہے جس پیغام نے اسکو چھٹی صدی مسیحی میں نئی زندگی عطا کی تھی اور اسکو عالمگیر اور اجتماعی خودکشی سے باز رکھا تھا آج بھی یہ پیغام ہمیں تاریخ کے اس دور میں مل رہا ہے، جب تمام مخالف طاقتیں متحد ہوکر مسلمانوں کو شکست دینے کے درپے ہیں اور مظلوم انسانیت خودغرض و مفادپرست بلکہ جرائم پیشہ اقوام کی بے رحمی کا نشانہ ہے، یہ پیغام اسوقت مل رہا ہے جب بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور پورا جزیرہ نمائے سینا شرق اردن کا نصف حصہ اور شام کے کچھ علاقے دشمن کے زیرنگیں ہیں۔

سیرت کا یہ پیغام تاریخ کے ہر دور میں بلکہ ہر لمحہ میں امت مسلمہ کی رہنمائی کرتا رہا لیکن آج یہ پیغام اس لئے بھی بہت اہم اور ضروری ہے کہ بہت سے مسلمانوں اور عربوں کا رشتہ اس ذات گرامی سے بہت کمزور پڑچکا ہے جن کا نام نامی محمد ہے (صلے اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم) ؎

زباں پر بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

آج بہت سے لوگوں اور خصوصیت سے بہت سے عرب ممالک میں وہ جذبہ مفقود ہے اور وہاں کے سحرزدہ اور برگشتہ نوجوانوں میں اس نام کے ساتھ وہ وابستگی اور شیفتگی یا محبت و گرمجوشی نظر نہیں آتی جو ایک مسلمان کا شعار اور اس کی سب سے بڑی متاع تھی اور جس کی شہادت بدر و احد کا ذرہ ذرہ مکہ مدینہ کا چپہ چپہ بلکہ پورا جزیرۂ عرب اور اس سے آگے بڑھکر دجلہ و فرات کی لہریں اور نیل کی موجیں بھی دے رہی ہیں!

بدقسمتی سے آج بہت سے اشتراکیت نواز اور قوم پرست عرب نوجوانوں میں اس نام سے کوئی تحریک یا احساس و طرب کی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، جو بہت سے عجمی نژاد مسلمانوں کا شیوہ اور ان کی نظر میں دنیا کی سب سے بڑی سعادت اور نعمت ہے، شاید اسی بات کو اقبال نے کہا تھا ؎

کافر ہندی ہوں میں دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوٰۃ و درود

لیکن سیرت کا یہ پیغام نجد و حجاز مصر و شام اور ہند و پاکستان سب کے لئے یکساں ہے اور سب اس کے طلبگار اور محتاج ہیں اس لئے بلا کسی تخصیص کے ہر جماعت اور ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کو محبت و تعلق کا کتنا حصہ میسر آیا ہے اور اس محبت و تعلق کے نتیجہ میں اطاعت و اتباع کی کیا مقدار اس

کے نصیب میں آئی ہے۔

محبت کے اس دعویٰ کو جانچنے کے لئے ایک ہی پیمانہ ہے اور وہ یہ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ، فاتبعونی یحببکم اللہ (الآیۃ)

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے گا۔

چرب زبانی اور قصیدہ خوانی، مشاعرے اور قوالیاں، جلسے اور میلاد کی محفلیں شیرینی کی تقسیم اور روشنی کا انتظام اور اس طرح کی دوسری چیزیں محبت کی علامت نہیں، یہ نعت خوانی اور میلاد کی تقریبیں اسی وقت معتبر ہیں جب ان کے ساتھ اتباع شریعت اور پیروی سنت بھی کسی درجہ میں شامل ہو۔

اگر کوئی شخص میلاد کے جلسوں میں رات بھر جاگتا اور مشاعرہ سنتا ہے اور صبح کو نماز نہیں پڑھتا، یا فرائض کسی طرح ادا کر لیتا ہے لیکن سنتیں چھوڑتا ہے تو اس کو اس دعوائے محبت کا کوئی حق نہیں، اس لئے اس مہینہ سے اگر ہم صرف یاددہانی کا کام لے لیا کریں اور اپنا احتساب کر لیا کریں تو شاید یہ ہمارے لئے سینکڑوں جلسوں تقریروں اور مشاعروں سے بہتر ہو، لیکن ان چیزوں سے ہماری دلچسپی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے سننے کے بعد ہم بہت "سبکدوش" ہو کر گھر واپس جاتے ہیں، ہمارا دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ کار خیر کر کے ہم نے بہت سے گناہوں کا کفارہ کر دیا ہے اور آئندہ بھی بہت سے گناہوں کے حقوق حاصل کر لئے ہیں۔

"اللہ غفور رحیم ہے" اور "حضور شفاعت فرمادینگے" کا ایک ایسا تخیل مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے جو اسلام کے حقیقی تصور سے بہت مختلف اور بعید ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت و مغفرت اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا یقین برحق اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے لیکن اگر اس سے ہمارے اندر جذبہ عمل کے بجائے بے عملی یا خدانخواستہ بدعملی پیدا ہونے لگے تو ہمیں محسوس کرنا چاہئے کہ ہم جادہ شریعت و سنت سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ہمیں اپنے طرز فکر اور طرز عمل میں فوری تبدیلی کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضہ سے زیادہ خدا کی رحمت و مغفرت پر یقین رکھنے والا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ان سے زیادہ حقدار پوری دنیا میں اور کون ہو گا لیکن کیا وہ ہماری طرح اس پر تکیہ کر کے بیٹھ رہتے اور یہ سمجھ بیٹھتے تھے کہ اب کوئی گناہ ان کو نقصان پہونچانے والا نہیں۔

بدعت کو جو فروغ اب تک حاصل ہوتا رہا اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ وہ مسلمان جو بے عملی کا شکار یا اپنی عادتوں میں گرفتار اور لہو و لعب یا کھانے کمانے میں مشغول تھے، انھوں نے دیکھا کہ اس طریقہ پر چلکر ان کے سارے مقاصد بھی پورے ہوتے رہیں گے اور طفل تسلّی بھی ہو جائے گی کہ فلاں جگہ میلاد کروا دیا، سبیل لگوا دی، روشنی کا انتظام کر دیا، اب مزید قربانی شریعت کے خیال، سنت کی اتباع، نمازوں کی پابندی اور فرائض کی بجا آوری کی کیا ضرورت ہے، یہ شفاعت تو اسی لئے ہے کہ یہ سب کوتاہیاں معاف ہوں۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس خود فریبی اور بے عملی کا شکار ہے اس کا ضمیر اور نفس اس کو ملامت کرتا ہے، فطرت سلیم اس کی رہنمائی کرتی ہے اللہ تعالےٰ کے مخلص اور راستباز بندے اس کے سامنے کھول کھول کر حلال و حرام بیان کرتے ہیں لیکن وہ ہوا پرست جن کو حق و صداقت سے زیادہ اپنی دکان چلانے کی فکر رہتی ہے، وہ ان کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور اپنے ذلیل مقاصد کی تکمیل کے لئے کھلے ہوئے شرک و قبر پرستی سے بھی ان کو عار نہیں ہوتا۔

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم ــــ الآیۃ۔

کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا اور اس کو گمراہ کر دیا اللہ نے علم علم کے باوجود۔

ربیع الاول کا یہ مہینہ ہمارے لئے سیرت کا ایک پیغام رکھتا ہے اور وہ پیغام یہ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان منکم یرجو اللہ والیوم الاخرہ

بیشک اللہ کے رسول میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے ان کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

یہ پیغام یہ ہے کہ اپنی خواہشات اور اپنی عادتوں کی غلامی ترک کر کے خدا اور رسول کی اطاعت اختیار کی جائے، اور اپنی خواہش کو اپنا معبود نہ بنا لیا جائے اس لئے کہ گمراہی کے اس درجہ پر پہونچ جانے کے بعد پھر کوئی کوشش اور تدبیر آسانی سے کارگر نہیں ہوتی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں مسلمانوں کو ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر پوری رہنمائی ملتی ہے، تاریخ انسانیت میں یہی وہ تنہا سیرت ہے جس کا ہر شعبہ اور ہر گوشہ روشنی میں ہے، اور اس میں ہر طبقہ کے سوال کا جواب اور ہر مسئلہ کا حل موجود ہے اور سیرت نگاروں نے ان تمام پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کی ہے، لیکن دیکھنا چاہئے کہ خدا کے سامنے حاضری اور آخرت کی جوابدہی کا اس درجہ یقین ہمارے اندر موجود ہے یا نہیں جو اس "اسوہ حسنہ" سے فائدہ اٹھانے کی اولین شرط ہے اور جس کی کمزوری کی وجہ سے عشق رسول کی وہ چنگاری بھی سرد ہوتی جا رہی ہے۔ جو ایک مسلمان کو بے چین و مضطرب رکھتی تھی، اور وہ اپنی ساری بدعملیوں اور غفلتوں کے باوجود شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کی بھی تاب نہ لا سکتا تھا اور اس مسئلہ پر اس سے کسی قسم کی مفاہمت ناممکن تھی۔

سیرت کا پیغام یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمارا وہی تعلق پھر سے قائم ہو جس کے بغیر ہماری ساری اجتماعی کوششیں بے روح بے جان اور بے مقصد ہیں، اور ہماری ہر تمنا "سودائے خام" اور ہر جد و جہد "نقش ناتمام" بنکر رہ گئی ہے۔

❁

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر بن جائیں
کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

❁

صورِ زندگی

از:- حضرت مولینا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ

ذرا چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر نظر ڈالئے اونچی اونچی عمارتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں اور زرق برق لباسوں کو چھوڑ دیجئے، یہ تو آپ کو پرانی تصویروں کے مرقع اور مردہ عجائب خانہ میں بھی نظر آ جائیں گے، یہ دیکھئے کہ انسانیت بھی کہیں جیتی جاگتی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر دیکھ لیجئے اور سانس روک کر آہٹ لیجئے کہیں اس کی نبض چلتی ہوئی اور اس کا دل دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔؟

زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جا رہی تھی، انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیئے، بکریوں اور بھیڑوں کو کھا رہے تھے، بدی نیکی پر رذالت شرافت پر خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آ چکے تھے، لیکن اس صورت حال کیخلاف اتنی لمبی چوڑی زمین پر کہیں احتجاج نہ تھا، انسانیت کی چوڑی پیشانی پر غصہ کی کوئی شکن نظر نہیں آتی تھی، ساری دنیا نیلام کی ایک منڈی بن چکی تھی، بادشاہ و وزیر، امیر و غریب، اس منڈی میں سب کے دام لگ رہے تھے اور سب کوڑیوں میں بک رہے تھے، کوئی ایسا نہ تھا جس کا جوہر انسانیت خریداروں کے حوصلے سے بلند ہوا اور جو پکار کر کہے کہ ساری فضا میری ایک اڑان کے لئے کافی نہیں، یہ ساری دنیا اور یہ پوری زندگی میرے حوصلے سے کم تھی، اس لئے ایک دوسری ابدی زندگی میرے لئے پیدا کی گئی، میں اس فانی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سے کسر پر اپنی روح کو کس طرح فروخت کر سکتا ہوں۔؟

قوموں اور ملکوں سے اور ان سے گذر کر قبیلوں اور برادریوں کے اور ان سے آگے بڑھکر کنبوں اور گھرانوں کے چھوٹے سے چھوٹے گھروندے بن گئے تھے اور بڑے بڑے بلند ہمت انسان جن کو اپنی سرفرازی و سربلندی کے بڑے اونچے دعوے تھے، بالشتیوں کی طرح ان گھروندوں میں رہنے کے عادی بن چکے تھے کسی کو ان میں تنگی اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی، اور کسی کو اس سے زیادہ وسیع تر انسانیت کا تصور باقی نہیں رہا تھا، زندگی ساری سود و سودا اور مکر و فن میں گھر کر رہ گئی تھی۔

انسانیت ایک سرد لاشہ تھا، جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی، انسانیت کی سطح پر خود رو جنگل اگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے، یا دلدلیں تھیں جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں، اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور ہر طرح کا شکاری پرندہ، اور ان دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی، لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا، جو آدمی تھے وہ غاروں کے اندر پہاڑوں کے اوپر اور خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی خلوتوں میں چھپے ہوئے تھے اور اپنی خیر منا رہے تھے یا زندگی میں رہتے ہوئے زندگی سے آنکھیں بند کر کے فلسفہ سے اپنا دل بہلا رہے تھے یا شاعری سے اپنا غم غلط کر رہے تھے اور زندگی کے میدان میں کوئی مرد میدان نہ تھا۔

دفعتًا انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس ہوئے، قدیم سیرت نگار اس کو اپنی زبان خاص میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے گرے، اور آتش پارس ایکدم بجھ گئی، زمانہ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا، اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے ان میں زلزلہ آیا، مکڑی کا ہر جالا ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلہ بکھرتا نظر آیا، زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہو گا؟ زندگی کا یہ گرم خون جو انسانیت کے سرد جسم میں دوڑا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واقعہ ہے جو تمدن دنیا کے قلب مکہ معظمہ میں پیش آیا۔

آپ نے دنیا کو جو پیغام دیا اس کے مختصر لفظ زندگی کی تمام وسعتوں پر حاوی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ انسانی زندگی کی جڑیں اور اس کے چھوٹے قصر زندگی کی بنیادیں کبھی اس زور سے نہیں ہلائی گئیں جیسی اس پیغام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان سے ہلائی گئیں اور دنیا کے کند ذہن پر کبھی ایسی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسے ان لفظوں سے پڑی، وہ غصہ سے تلملا گیا اور اس نے جھنجھلا کر کہا اجعل الالٰھۃ الٰھا واحدا ان ھذا لشئ عجاب (کیا ان سب کو جن کی ہم پرستش کرتے تھے اور جن کے ہم بندے بنے ہوئے تھے اڑا کر ایک ہی معبود و مقصود رکھا ہے؟ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے) اس ذہن کے نمائندوں نے فیصلہ کیا کہ یہ ہمارے نظام زندگی کے خلاف ایک گہری اور منظم سازش ہے اور ہم کو اس کا مقابلہ کرنا ہے ــــ

وانطلق الملاء منھم امشوا واصبروا علی آلھتکم ان ھذا لشئ یراد۔

(ان کے سردار اور ذمہ دار ایک دوسرے کے پاس گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یہ تو کوئی طے کی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے)

یہ نعرہ زندگی اور انسانیت کے پورے تصور پر ایک کاری ضرب تھی جو ذہن کو پورے سانچہ اور زندگی کے پورے ڈھانچہ کو متاثر کرتی تھی، اس کا مطلب تھا جیسا کہ آج سمجھا جاتا رہا، یہ دنیا کوئی خود رو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگایا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے، یہ پھول جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے۔ بے مقصد نہیں کھل کر رہ جائے انسان کے جوہر انسانیت کی اس خالق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا، اس کے اندر دولا محدود طلب،

وہ بلند ہمت، وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کر سکتی اور یہ پست عناصر دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور یہ دنیا بازیچۂ اطفال ہے، وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی اس لئے انسان کا فطری تقاضہ خدائے واحد کی عبادت اس کی خودشناسی رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جدوجہد ہے۔ انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت کسی درخت اور پتھر کسی قسم کی وحات اور جمادات، کسی مال و دولت کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے بندوں کی طرح جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خادم ہے، اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرا کر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کر کے ثابت کر دیا کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں اس کے سامنے سرنگوں اور سربسجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

دنیا کا ذہن اتنا شل ہو چکا تھا کہ وہ مادیات و محسوسات اور جسم اور پیٹ کے حدود سے باآسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا، لوگوں کا ذہن اتنا اتھلا ہو چکا تھا کہ وہ کسی انسان سے متعلق گہرا اور بلند تصور قائم ہی نہیں کر سکتا تھا، انھوں نے کچھ پیمانے بنا رکھے تھے، ہر نئے شخص کو اس پیمانے سے ناپتے تھے زندگی کی جو چھوٹی چھوٹی بلندیاں بن چکی تھیں، ہر بلند انسان کو انہیں کے سامنے لا کر دیکھتے تھے۔ انھوں نے بڑے غور و فکر اور ذہانت سے کام لیا اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے آگے نہ سوچ سکے کہ یا تو وہ مال و دولت کے یا سرمایہ داری بادشاہی کے یا عیش و عشرت کے طالب ہیں، انصاف کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تجربہ اس سے زیادہ اور کیا تھا، اور اس نے اپنے زمانہ کے حوصلہ مندوں اور شہبازوں کی اس سے بلند پرواز کب دیکھی تھی؟ انھوں نے آپ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، یہ دراصل اس عصر کے ذہن و دماغ اور نفسیات کی سچی نمائندگی تھی اور اس نے جو کچھ کہا وہ زمانہ کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا جواب دیا وہ نبوت کی صحیح نمائندگی اور امت مسلمہ کی حقیقت کا اصلی اظہار تھا، آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ ان میں سے کسی چیز کے طالب نہیں، آپ جس چیز کے داعی ہیں وہ ان کی ان بلند چیزوں سے اس سے بھی زیادہ اونچی ہے جتنا آسمان اس زمین سے، آپ اپنی ذاتی راحت اور ترقی کے لئے فکرمند نہیں بلکہ نوع انسانی کی نجات اور اس کی راحت کے لئے بے چین ہیں آپ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی مصنوعی جنت بنانے کے خواہشمند نہیں بلکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو حقیقی جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی سرداری کے لئے کوشاں نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر بادشاہ حقیقی کی غلامی میں داخل کرنا چاہتے ہیں، اسی بنیاد پر یہ امت بنی اور یہی پیغام لے کر تمام دنیا میں پھیل گئی، اس کے سفیروں نے جو اپنے اندر دعوت کی سچی روح اور اسلام کی صحیح زندگی رکھتے تھے کسریٰ اور قیصر کے بھرے دربار میں صاف کہدیا کہ ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں، دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں اور مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں، ان کو جب اپنے اصولوں پر حکومت قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملا تو وہ جو کچھ کہتے تھے اور جس کی دوسروں کو دعوت دیتے تھے اس کو جاری کر کے دکھا دیا، ان کی معیاری حکومت کے زمانہ میں کسی انسان کی بندگی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اللہ کی بندگی ہوتی تھی، کسی انسان یا جماعت کا حکم نہیں چلتا تھا، بلکہ اللہ کا حکم چلتا تھا، ان کا حاکم جس کو وہ خلیفہ کہتے تھے معمولی سی انسانی تحقیر پر کہہ اٹھتا تھا، کہ لوگ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے تم نے ان کو کب سے غلام بنا لیا؟ ان کا بڑے سے بڑا حاکم بڑی بڑی بادشاہتوں کے دار السلطنت میں اس شان سے رہتا تھا کہ لوگ اس کو مزدور سمجھ کر اس کے سر پر بوجھ رکھ دیتے تھے اور وہ اس کو ان کے گھر پہونچا آتا تھا، ان کا دولتمند سے دولتمند انسان اس طرح زندگی گذارتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس زندگی کو زندگی اور اس کی راحت کو راحت ہی نہیں سمجھتا، اس کی نظر کسی اور زندگی پر ہے اور اسکو طلب کسی اور راحت کی ہے۔

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشے میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے علاوہ ایک بالکل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے اس کا ہر فرد پیدا ہو کر اور مر کر بھی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے وہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے کان میں اسی حق کی اذان دی جاتی ہے، مرتا ہے تو اسی شہادت و مظاہرہ کے ساتھ اس کو رخصت کیا جاتا ہے، جب اس دنیا پر بے حسی اور موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ اور شہر کی ساری آبادی معاش کی جدوجہد میں سرتاپا غرق ہو جاتی ہے اور دنیا میں مادی ضرورتوں کے علاوہ کوئی اور ضرورت اور محسوس حقیقتوں کے علاوہ کوئی اور حقیقت جیتی جاگتی نظر نہیں آتی، اس کی دی اذان اس طلسم کو توڑ دیتی اور اس کا اعلان کرتی ہے کہ نہیں جسم اور پیٹ سے زیادہ ایک دوسری روشن حقیقت ہے اور وہی کامیابی کی راہ ہے۔ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح بازار کا شور اس نعرۂ حق کے سامنے دب جاتا ہے۔ اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور اللہ کے بندے اس آواز پر دیوانہ وار دوڑ پڑتے ہیں، جب رات کو پورا شہر میٹھی نیند سوتا ہے اور یہ جیتی جاگتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی ہے دفعتاً موت کی اس بستی میں زندگی کا چشمہ اس طرح ابل پڑتا ہے جس طرح رات کی سیاہی میں صبح کی سپیدی نمودار ہو۔ الصلوٰۃ خیر من النوم سے اونگھتی سوتی انسانیت کو تازگی اور زندگی کا نیا پیغام ملتا ہے، جب کسی طاقت و سلطنت کا کوئی فریب خوردہ انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا سب سے اونچا پروردگار ہوں) اور مالکم من الٰہ غیری (میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کا نعرہ لگاتا ہے۔

"باقی صفحہ ۱۴ پر"

گذشتہ سے پیوستہ

عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است

(از حبیب الحق صاحب ندوی)

دونوں حوادث اور مکر و فریب کا مقابلہ ساتھ کرتے ہیں مسلمان اور ان کی حکومتیں ضعیف و ناتواں ہو سکتی ہیں ـــ لیکن ازہر شریف اور اسلام مغلوب اور کمزور نہیں ہو سکتے، کیا غضب ہے کہ دشمنان اسلام (مراد اخوان المسلمین) جب ازہر شریف کا مقابلہ نہ کر سکے تو اسلام کا نام لیکر اسلام کے خلاف ہی نبرد آزما ہو گئے ـــ کفر کا ڈرامہ ایمان کے اسٹیج پر کھیلنا شروع کیا، شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کیا۔

آخر اللہ کی رحمت مصر پر نازل ہوئی ـ (ظہور ناصری کی طرف اشارہ ہے) یہ امر مشیت ایزدی کے خلاف تھا کہ اسلام کے پردہ میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر جرائم کئے جائیں، خدا نے ان کا پردہ چاک کیا راز فاش کیا! بھلا اسلام کا سودا خدا کو کیسے پسند آتا۔ اللہ نے اسلام کی عظمت واضح کر دی، اسلام کے خد و خال تاریکی کے پردہ سے باہر نکل آئے، اللہ نے مصر اور اہل مصر کو غداروں اور خیانت کرنیوالوں سے آگاہ کر دیا، مصر کو آزادی کی منزل امت عربیہ کی وحدت (وحدت ناصری اور وحدت محمدی کا موازنہ جنوری ۱۹۶۳ء کے اداریہ میں حسن زیات کر چکے تھے) شعار اسلامی کے احیاء اور عالی انسانیت کی تخلیق میں نظر آ گئی۔

اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے والوں اور حقائق اسلام کو بدلنے والوں کے خلاف بھلا ازہر شریف کیسے خاموش رہتا؟ اس کا فرض تھا کہ وہ گمراہیوں کی اصلاح کرے ـــ قرآن و سنت کی اصل تعلیم عوام کے سامنے پیش کرے، اسلام کی تعریف میں کیا ابہام ہے اس کی تعریف تو خود آنحضرت نے حضرت جبرئیل کے استفسارات کے جواب میں واضح کر دی جبرئیل ع کے جواب میں آپ نے فرمایا ـــ اسلام کے معنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی ہے، نیز نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا اور حج کرنا، اسلام میں داخل ہے، جبرئیل ع نے تصدیق کر دی۔ ایمان کے سلسلہ میں آنحضرت نے فرمایا کہ ایمان اللہ، ملائکہ، پیغمبران، قیامت، تقدیر، خیر و شر میں یقین رکھنے کا نام ہے، جبرئیل ع نے اس کی بھی تصدیق کی۔ احسان کی تعریف کرتے ہوئے آنحضرت نے فرمایا کہ احسان کے معنی اللہ کی عبادت اس طرح کرنا ہے جیسے بندہ اللہ کو دیکھ رہا ہو، اگر بندہ نہیں دیکھ رہا ہے تو خدا اسے ضرور دیکھ رہا ہے، اسلام اس کے سوا کیا ہے، اسلام میں اس سے زیادہ اور کیا چاہیے اس سے زیادہ خطرناک لوگ اور کون ہو سکتے ہیں جو اسلام پر اس امر کی شرط اور قید و بند لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایک خاص جماعتی تنظیم میں منسلک ہونا چاہیے۔ درحقیقت یہ سرکشی اور بغاوت کی دعوت ہے، اس بہانے وہ اسلام میں ایسے اضافات کر رہے ہیں جن کا اسلام سے دور دور تعلق نہیں۔ ہائے رے بیچارے سیدھے سادھے اور بھولے مسلمان جو ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔

اسلام تو ـــ جس کے نام پر آج سودا کیا جا رہا ہے، مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہے۔ خود آنحضرت کا ارشاد ہے ـــ کہ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے اس کا خون بہانا حرام (کیا سید قطب کا خون بہانا جائز تھا) ہے الا یہ کہ وہ زانی ہو، قاتل ہو، تارک دین ہو یا جماعت میں افتراق پیدا کرنے والا ہو۔

حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم نے یہاں تک فرمایا کہ آج کے بعد ایک مسلمان کی جان و مال یا عزت مومن ہے، کوئی دوسرا مسلمان ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا، مسلمان خدا کے سامنے حاضر ہو کر جوابدہ ہوں گے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ بھی کہا کہ ہمارے بعد کفار یا گمراہ مت ہونا، ایک دوسرے کی گردن پر چھری مت چلانا ـــ آپ نے فرمایا کہ حاضرین غائب کو یہ پیغام پہونچا دیں، ممکن ہے غیر حاضرین سامعین سے زیادہ باشعور اور احساس ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضہ کی روایت کے مطابق یہ حدیث بھی واضح ہے کہ جس نے آنحضرت کے خلاف ہتھیار اٹھائے یا اتہامات تراشے وہ مسلمانوں میں نہیں ہے۔

ان باتوں سے یہ واضح ہے کہ جب ایک فرد کا خون بہانا حرام ہے تو ایک بے گناہ جماعت یعنی عوام کا خون بہانا یا امن پسندوں میں دہشت پھیلانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جب ایک مسلم کا مال دوسرے کے لئے حرام ہے تو ایک جماعت کے مال میں ہاتھ لگانا یا مصالح مشترکہ اور معاشرہ کے بنیادی امن و سکون کی غارت گری کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ امن و سکون کے بغیر وطن کی حیات ممکن ہے نہ ہی امت کی حیات ممکن ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

سب سے بڑی حیرانی تو اس شخص پر ہے جو بظاہر اسلام کی حمیت و غیرت کا دم بھرتا ہے لیکن اسلام کے خلاف عمل کرتا ہے، وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام کا خادم کس طرح دشمنان اسلام کا حلیف بن سکتا ہے ـــ مسلم کشی کر سکتا ہے، یا برادران دین و وطن یا انسانیت کی ہلاکت و بربادی کا خواہاں ہو سکتا ہے! برا ہو ان کے دعووں کا! ناس ہو ان افترا پردازوں کا، شاید کلام الٰہی ان کے کانوں تک نہیں پہونچا کہ مفسدین کا ساتھ دینے والا بھی مفسد ہے، اس سے بڑی حیرت اور کیا ہو گی، جب اسلام کے دعویدار (اخوان) اسلام میں دہشت پھیلاتے ہیں، حالانکہ خدا اور رسول کا منشا کھلا صاف ہے "لا اکراہ فی الدین" اسلام دین فطرت ہے۔ بھلا مسلم کو کیا پڑی ہے کہ وہ دہشت کی راہ اختیار کرے۔ خود فرمان الٰہی ہے "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی"

اس طویل مقدمہ کے بعد امام اکبر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

مسلمانو! چونکہ استعماری قوتوں کی آرزوئیں خاک میں مل چکی ہیں، نہ وہ تمہارے وطن میں ٹھہر سکتے ہیں نہ ہی تم پر حکومت کر سکتے ہیں، اسی حرمان و یاس میں انہوں نے خود تمہارے اندر ایسی جماعت (اخوان) پیدا کر دی ہے جو تمہاری ترقی عروج و

نشاۃ کی راہ میں روڑہ بن جائے۔ ان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہنا تاکہ تمہارا انقلاب بے رخی اختیار نہ کر سکے، اور سرمایہ دار پھر تم پر غالب نہ آجائیں۔

عزیزو ——! ہم سبھوں پر شکر خدا واجب ہے کہ مصر پر برے دن بیتے! —— ہم پر واجب ہے کہ خدا کا شکر ادا کریں اور حاکمین اور ارباب حکومت کی مدد کریں جو مجرم و غداروں کو کچل رہے ہیں، (فتوی میں صفحہ ۱۳۱ کا چوتھا پیراگراف ملاحظہ ہو) مسلمانو! کلمہ حق کے نام سے دھوکہ نہ کھانا درحقیقت یہ باطل کا جال ہے —— تمہارا دین تو واضح ہے، اس میں ابہام کہاں؟ اس سادہ دین کے علاوہ اگر تم نے کسی اور کی سُنی تو دھوکا کھاؤ گے، خسران میں رہو گے۔ بیوقوف بنو گے۔

ازہر شریف کے کالجوں، اداروں، ادارہ نشر و اشاعت کو خدا سلامت رکھے۔ یہ سب حسب منشا الٰہی عقائد دین کی اشاعت و تلقین تم میں کرتے رہیں گے، صاف و شفاف عقائد کی تلقین جو گمراہوں (ضالین یعنی اخوان المسلمین) کی بناوٹ و ملاوٹ سے پاک ہے۔ سیدھے سادھے عقائد میں ہی تمہاری نجات ہے، فوز و فلاح ہے اور صلح و صلاح بھی —— فتوی کے آخر میں حسن مامون کے دستخط ہیں اس کے نیچے ہی قتل مومن کے سلسلہ میں قرآن کی ایک آیت اور بخاری کی حدیث درج ہے۔

امام اکبر قاضی کی عدالت میں!

امام اکبر کے فتوی پر غیر جانبدارانہ قانونی جرح کے لئے *ایک ایسی عدالت کی ضرورت ہے جو نہ صرف سیاسی اثرات کے دائرہ سے باہر ہو بلکہ مصلحت بینی اور جماعتی مراعات کی نفسیات سے بھی بالاتر ہو —— فرض کر لیجئے ہم سب اس وقت **مدعی علیہ (امام اکبر) کے فتوی پر جرح شروع کرتے ہیں

قاضی :- (عدالت کی کارروائی کا افتتاح کرتے ہوئے) مدعی کو اپنا مقدمہ پیش کرنے کی اجازت ہے

مُدعی :- (قاضی سے مخاطب ہو کر) امام اکبر کا فتوی عدالت کے سامنے ہے، مدعی پر ضلالت کفر، خیانت، مسخ اسلام حزب الشیطان اور اخوان ثیم کا الزام لگایا گیا ہے۔ مدعی پر اعداء اللہ ہونے کا بلکہ —— اعداء الاسلام کی طرفداری کا الزام ہے، کلمہ باطل کی اشاعت، عذر و تمرد کا الزام ہے، ایمان کے اسٹیج پر کفر کا ڈرامہ کھیلنے کا الزام ہے۔ بلکہ عوام سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ حکومت کی نصرت و تائید کریں جو ہمیں جرائم مذکورہ کے صلہ میں سزا دے رہی ہے بلکہ نیست و نابود کر رہی ہے —— کیا عدالت امام اکبر سے اس امر کی باز پرس کر سکتی ہے کہ ایک فرد یا (جماعت) جو اسلام پر ایمان رکھتا ہے، اس کے عقائد سے منحرف نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہے —— ضالین کے گروہ میں شمار کرنا یا کفر کا الزام لگانا عقائد شرعیہ اور فقہ اسلامی کے اعتبار سے کب اور کن حالات میں جائز ہے؟

ایمان اور کفر کی کیا علامات قرآن و احادیث میں بیان کی گئی ہیں اور اسلام کے ائمہ کبار نے دونوں کے درمیان کیا سرحدی نشانات قائم کئے ہیں؟

امام اکبر نے جو اتہامات تراشے ہیں ان کے ثبوت کے لئے ان کے پاس شواہد ہیں؟ اور اگر ہیں تو وہ کہاں ہیں؟ —— کیا اسلامی عدالت میں کوئی دعویٰ بغیر شواہد کے مقبول ہو سکتا ہے؟ —— اگر امام اکبر کے یہ دعوے شہادت اور عدالت شرعیہ کے معیار سے غلط اور بے بنیاد ثابت ہوں تو اس کی حد و تعزیرات کیا ہیں؟ —— کیا امام اکبر کے الزامات کفر کی حد سے بڑھ کر ارتداد کی حد میں شریک نہیں ہوتے؟ —— فتوی ارتداد کی شرعی حیثیت کیا ہے اور عدالت شرعیہ کے قاضی کی ذمہ داریاں اس سلسلہ میں کیا کیا ہیں؟ —— کیا یہ فتوی شرعی حیثیت رکھتا ہے یا امام اکبر کی ذاتی رائے اور سیاسی بیانات کے مترادف ہے؟

قاضی :- (امام اکبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) عدالت امام اکبر سے درخواست کرتی ہے کہ وہ مدعی کے بیان کے بعد اپنی صفائی پیش کریں،

کیا امام اکبر کے پاس ان اتہامات و الزامات کے ثبوت کے لئے شواہد موجود ہیں؟

امام اکبر :- ان جرائم کے ثبوت کے لئے ہزارہا شواہد ہیں —— ہزارہا ....

قاضی :- عدالت کو عمومی بیانات کی ضرورت نہیں، وہ مقید بیان چاہتی ہے۔ مثلاً مجرم نے *فلاں فلاں جرائم کئے جن کے شواہد حسب ذیل ہیں۔

امام اکبر :- یہ شواہد عدالت کے سامنے پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے وقت اور مہلت کی ضرورت ہے

قاضی :- امام اکبر شریعت اسلامیہ سے واقف ہیں، انھیں یہ معلوم ہے کہ شواہد کے بغیر کوئی بیان مقبول نہیں، ایسے بیانات اتہامات (قذف) کی تعریف میں شامل ہیں۔

امام اکبر :- شواہد پیش کرنے کے لئے عدالت سے مہلت کی درخواست کی جاتی ہے۔

قاضی :- عدالت کی نظر میں امام اکبر کا پورا احترام ہے لیکن جب وہ مدعیٰ علیہ کی حیثیت سے عدالت میں تشریف فرما ہیں تو ان کی شخصیت اور مدعی کی شخصیت میں کوئی فرق نہیں، انصاف کی نظر میں دونوں مساوی ہیں! —— امام اکبر کو مہلت دی جاتی ہے لیکن مقدمہ کی آئندہ سماعت جن خطوط پر ہوگی اس کی تلخیص عدالت امام اکبر کے سامنے ابھی پیش کر دینا چاہتی ہے۔

عام دستور کے مطابق عدالت ایسا نہیں کرتی ہے لیکن چونکہ اس مقدمہ کو مستثنیات میں قرار دیا جا رہا ہے لہذا اس کے لئے آئندہ سماعت کی توضیحات ضروری ہیں۔

۱- اس بیان کی حیثیت خالص شرعی ہے کیونکہ آپ نے "رای الاسلام" کی قید لگا دی ہے اگر محض "رای فی جرائم الاخوان" ہوتا تو مقدمہ کی نوعیت مختلف ہوتی، لیکن "رای الاسلام فی جرائم الاخوان" کی قید لگا کر آپ نے اس بیان کو شرعی اور اسلامی حیثیت دے دی ہے۔ لہذا اس کی جرح بھی دو خطوط پر ہوگی۔ (الف) عقائد (ب) فقہ اسلامی۔

شواہد کے بغیر یہ فتوی اتہام کے ضمن میں شمار کیا جائے گا کیونکہ کسی مسلم کو بلا شہادت محض فاسق یا خبیث اور سارق (چور) کہنا بھی اتہام کی صنف میں ہے اور اس پر حد عائد ہوتی ہے۔

دو کذا اذا قذف مسلماً .... فقال (یا فاسق او یا کافر او یا خبیث او یا سارق) لانہ اذاہ والحق الشین بہ ولا مدخل للقیاس فی الحدود فوجب التعزیر .... والتعزیر اکثرہ تسعۃ و ثلاثون سوطا واقلہ ثلاث جلدات وقال ابو یوسف رح یبلغ التعزیر خمسۃ وسبعین سوطا۔ ھدایۃ از مرغینانی متوفی ۵۹۳ ج ۲ مطبع البابی سلسل طبع ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ص ۸۶-۸۸)

"بقیہ صفحہ ۱۶ پر"

** ایک ایسی عدالت کے سامنے ہے جہاں امام اکبر کا فتوی زیر جرح ہے مدعی (ملزم) کی درخواست پر عدالت شرعیہ کا قاضی

محسن اعظم

صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار

سعید الاعظمی ندوی

یہ کائنات جو ہمارے سامنے ہے، اور جس کی چمک دمک سے ہماری نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں، اور جس میں نئی نئی دریافتوں کا سلسلہ برابر جاری ہے جہاں تہذیب و تمدن کے نت نئے گوشے برابر ظہور پذیر ہو رہے ہیں، اور انسانی معاشرہ بلندی کی آخری منزل پر پہونچتا ہوا نظر آرہا ہے، اس کائنات کا وجود، اور اس کی تمام ترقیوں، تہذیبوں، اور بلندیوں کا وجود رہین منت ہے۔ نبی آخر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کا اور آپ کی ولادت باسعادت کا، حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی، اور یہ کائنات رنگ و بو بہت پہلے دم توڑ چکی ہوتی —— اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت نہ ہوئی ہوتی اور آپ نبی آخر بنا کر نہ بھیجے گئے ہوتے، قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اعلان کیا۔

"وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"

یہ دنیا اپنی طویل تاریخ میں بارہا خواب غفلت میں مبتلا ہو چکی ہے۔ بارہا یہاں کے انسانوں نے اپنے مقام کو بھلایا ہے اور وحشت و بہیمیت کے خوفناک سائے ان پر منڈلائے ہیں لیکن غفلت و وحشت کی جس تاریکی نے ان پر اپنا سایہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں پھیلایا تھا۔ اور دنیا کے باشندے اس عہد میں جس طرح بے مہار و بے لگام ہوتے تھے اور انسانیت ایک لاشۂ بے جان ہو چکی تھی اس کا مشاہدہ تاریخ کی آنکھوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا، یہ وہ عہد تھا جبکہ ایک طرف تہذیب و تمدن کا ستارہ اپنے عروج پر تھا، دوسری طرف انسانوں میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے، ایک حاکم دوسرا محکوم، ایک ظالم دوسرا مظلوم ایک خادم دوسرا مخدوم، اور ہر طبقہ کے لئے زندگی کی علیحدہ علیحدہ حدیں مقرر تھیں، محکوم و مظلوم طبقہ معمولی جانوروں کی صف میں شمار ہوتا تھا، اور اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا تھا، آپ بعثت نبوی سے قبل عجمی تمدن کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے تو یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجائے گی۔

اس وقت کے حالات بالکل ایسے تھے کہ یا تو یہ دنیا ہمیشہ کے لئے مٹا دی جاتی، اور اس کا چراغ آندھیوں کی تاب نہ لا کر ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا یا اس کو از سر نو دوسری زندگی عطا ہوتی، اور اس کی حیات نو کا فیصلہ کیا جاتا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کائنات کے لئے نئی زندگی کا پیغام لیکر آئی، انسانیت کی شب تاریک کو صبح صادق کا پیام ملا، تمام حیوانی طاقتوں کفر و شرک، قتل و خونریزی، ظلم و نا انصافی کے خلاف ایک اعلان عام ہوا اور کائنات نے نئی زندگی کا جامۂ دیدہ زیب، زیب تن کیا، چمنستان عالم میں ایک بہار آگئی، اور ہر طرف روشنی پھیل گئی۔

ولد الھدیٰ فالکائنات ضیاء
وفم الزمان تبسم و ثناء

نور ہدایت نمودار ہوا اور ساری کائنات روشن ہو گئی زمانہ اس نور ہدایت کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور مسرتوں سے لبریز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصد گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کسی مخصوص وقت کے لئے مخصوص قوم کی رہنمائی یا کسی وقتی فتنہ کو ختم کرنا نہیں تھا، بلکہ حضور ایک نئے عہد کے علمبردار ہیں جو دنیا کے کسی عہد میں قدیم نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ اور ہر لمحہ تازہ اور بالکل جدید ہے، یہ انسانیت کی عظمت و عزت، اور اس کی شرافت و سعادت کا وہ پیغام ابدی ہے جس نے انسانوں کو صحیح معنی میں انسان بنایا اور جس کو اختیار کر کے انسانیت ہمیشہ کامیاب و بامراد رہ سکتی ہے جن قوموں نے اس پیغام سے منہ موڑا ان پر شقاوت و ذلت کی مہر لگا دی گئی، اور وہ انسانی اعتبار سے ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو گئیں، خواہ ظاہری طور پر وہ کتنی ہی خوش قسمت اور خوشحال کیوں نہ دکھائی دیتی ہوں۔!

بے سر و سامانی اور ظاہری وسائل کے مفقود ہونے کے باوجود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم کامیابی اور انتہائی مخالف اور نازک حالات میں آپ کا غالب و منصور رہنا یہ اس بات کی بالکل کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا وہ دین تھا جو تنہا انسانوں کی کامیابی و بلندی کے لئے آیا تھا اور جس کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ انسان اپنے صحیح مقام سے واقف ہو جائے تاکہ دنیا کے حالات اپنی فطرت پر لوٹ آئیں اور ہر چیز اپنا صحیح مقام پا لے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ مصیبت و آزمائش اور بے سر و سامانی کے وقت بھی آپ پر گھبراہٹ، پریشانی اور بے اطمینانی کی کیفیت نہیں پیدا ہو سکی اور اہل دنیا کی مخالفت و ایذا رسانی آپ کو اپنے مقصد میں انہماک سے کسی درجہ میں بھی نہیں روک سکی، حالات کا مقابلہ آپ نے صبر و سکون اور اس ایمانی قوت سے کیا جو اللہ تعالٰی نے آپ کو انعام فرمایا تھا، بالآخر آپ طوفان میں گھر کر نکلے، حالات بدلے اور کفر و طاغوت کی پرشور آندھیاں بھی چراغ نبوت کو بجھا نہ سکیں، دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ ہو گئی، بڑے بڑے سرداران قوم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، اور ایمان و یقین نے دلوں میں اپنی جگہ بنانا شروع کر دی، پھر ہجرت کا واقعہ پیش آیا جو اسلام کی کامیابی اور اس کے پھیلاؤ کا نقطۂ آغاز شمار ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر شعبہ کے ہر ہر جزء میں انسان کامل، نبی برحق، فخر انسانیت کے آثار ہویدا ہیں، آپ جس حالت میں چاہیں اس زندگی کو دیکھ لیں کہیں سے بھی آپ کو کوئی ایسی ادنیٰ چیز نہیں مل سکے گی جس سے حضور کے نبی برحق ہونے پر کسی شبہ کی گنجائش نکل سکے، خواہ صلح کی حالت ہو یا جنگ کی، خوشی کا موقع ہو یا غم کا، عزت و نفرت کا احساس ہو یا عاجزی و بے بسی کا شعور، مسجد کی زندگی ہو یا بازار کے لمحات، "باقی صفحہ ۱۴ پر"

غمِ پنہاں

از رئیس آشکری ندوی

حالات نے وہ آگ مرے دل میں لگادی
کہئے تو فسانہ "غمِ پنہاں" کا سُناؤں

انسان کی فطرت میں تلوّن ہے ازل سے
ہے آج جو پستی میں تو کل عرش پہ پہونچا
کہتے ہیں کہ گردش میں ہے قسمت کا ستارہ
تسکین دل و جاں کہاں ڈھونڈھے کوئی جاکر
اے قدس تری یاد میں آنسو نہیں رکتے
ممکن ہے کہ وہ وقت بھی آجائے بہت جلد
ہر سمت امنڈتے ہیں یہ خون کے بادل
کیا دیر ہے اب حشر میں اے حشر کے مالک
اغیار پہ الزام تو کچھ ٹھیک نہیں ہے
ممکن ہی نہیں ترچھی نظر سے کوئی دیکھے
سکھ میں نہ سہی ذکرِ خدا دکھ میں تو ہوتا
ہر سمت حکومت ہے تباہی کی مگر آہ!
یوں "عالمِ اسلام" کو پہونچا ہے جو صدمہ
ورنہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں اے دوست!
یہ ظلم و ستم، اور یہ بے حرمتیِ قدس
آتی ہے سحر کہتے ہیں تاروں کے لہو سے
طاغوت کے قبضہ میں ہے ہر شے چلو تسلیم
اللہ کی رحمت سے نہ مایوس ہو پھر بھی
گونج اٹھے اگر نعرۂ توحید سے دنیا
واللہ! بدل جائیں زمانے کی ادائیں
دنیا میں کوئی آنکھ ملائے نہیں ممکن
قدموں پہ جھکے عظمتِ کونین خود آکر
آرام کی خواہش نہیں دنیائے وفا میں
"شاعر" نے بھی حالات کے دلدوز اثر سے

کچھ دیر کو میدانِ غزل چھوڑ دیا ہے
ذکرِ گل و بلبل سے قلم روک لیا ہے
انسان بنایا گیا جس طرح کہ سیماب
ذرہ جو کبھی ہے تو کبھی غیرتِ مہتاب
سینے میں غم و درد کی دلدوز کسک ہے
گر تنگ زمیں ہے تو بہت دور فلک ہے
ہر لحظہ ترا ذکر ہے، ہر لمحہ تری بات
رحمت سے بدل جائیں مصیبت کے یہ لمحات
کیا جانئے کیا میری نظر دیکھ رہی ہے
لُٹ "قبلۂ اوّل" پہ قیامت کی گھڑی ہے
خود اپنے ہی ہاتھوں سے ہوئی اپنی تباہی
تاریخ بھی موجود ہے دینے کو گواہی
اللہ رے کیا چیز ہے انسان کی ہستی
اب بھی وہی غفلت ہے وہی قوم پرستی
قدرت کا یہ منشاء ہے مسلمان ہو بیدار
ناپاک سے ہاتھوں میں رہے مرکزِ انوار
ہاں صبر ذرا غیب سے سامان ہے کچھ اور
مضمون تو کچھ اور ہے عنوان ہے کچھ اور
مانا کہ ہر سمت ہے دنیا میں اندھیرا
ممکن ہے کہ ہو جائے بہت جلد سویرا
سرکار کی سنت رہے ہر ایک نظر میں
تبدیل ہو تاریکیِ شب نورِ سحر میں
مضبوط ہو آپس میں جو ایمان کا رشتہ
ہو جائے جو قرآں سے مسلمان کا رشتہ
کانٹوں کی تمنا میں ارم چھوڑ دیا ہے
تلوار اٹھالی ہے قلم چھوڑ دیا ہے

ہم متحد کس طرح ہوں؟

از:- شمس تبریز خاں

نفسانیت کے اس پُر آشوب عہد میں جب دو مخلص ترین آدمیوں کے درمیان بھی ان بن رہتی ہے اور پوری ہم آہنگی نہیں پائی جاتی بلکہ خونی رشتے بھی اس خلیج کو نہیں پاٹ سکتے، ۱۰ کروڑ کی عظیم ملت کے اتحاد کا خواب کچھ زیادہ خوش کن نہیں۔

نفسی نفسی کا کچھ وہی حشر آسا نقشہ ہمارے سامنے ہے جس کی تصویر قرآن نے کھینچی ہے ــــ

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ۔

(کہ انسان اپنے بھائی اپنی بیوی اور بیٹوں حتیٰ کہ اپنے والدین تک سے کترائے گا اور ایکدوسرے سے غافل ہوگا ــــ)

ہونا تو یہ تھا کہ ایک خلیفۃ المسلمین کے ماتحت سارا عالم اسلام ہوتا اور لواء محمدؐ کے نیچے سارے مسلمان جمع ہوتے، ہندو عرب، مصر و شام شہر اسلام کے چند محلے ہوتے، تمام عالم اسلام ایک دوسرے کے دکھ درد کا شریک ہوتا! PANISLAMISM صرف چند مشرقی مفکرین کا خواب نہیں تھا بلکہ وہ اسلامی نظام کا متفقہ دستور ہے ــــ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان زندگی کے جس مرحلہ اور تاریخ کے جس فاصلہ پر بھی کامیاب ہوئے ہیں، وہاں اپنی اجتماعیت، اپنی مومنانہ اخوت، اور اپنی اسلامی تنظیم کے لافانی جذبے ہی سے کامیاب ہوئے ہیں۔ اور جہاں بھی مسلمانوں نے نصر و ظفر اور فتح و تسخیر کا علم لہرایا ہے وہاں ید اللہ علی الجماعۃ کا غیبی ہاتھ اور خداوندی تائید ان کے ساتھ رہی ہے۔

حکیم امت شاہ ولی اللہؒ نے "اسرار حج" میں لکھا ہے کہ ــــ "مسلمانوں کا اجتماع رحمت الٰہی تائید غیبی اور ملاء اعلیٰ کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے"۔ اس کے پیش نظر یہ خیال آتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے ظاہری اجتماع کا یہ اثر اور اس کی ایسی تاثیر ہے تو مسلمانوں کے حقیقی اجتماع کا کتنا عظیم الشان اثر ان کے معاشرے، ان کے ملک اور پوری دنیائے انسانیت پر پڑ کر رہے گا جب وہ متحد ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے قافلہ پیما ہو جائیں گے؟

قومی یکجہتی کے غیر ممکن اور غیر عادلانہ خیال خام کی طرح ہم مسلمانانِ ہند کو یہ مشورہ نہیں دے سکتے کہ وہ اپنی مختلف تحریکوں، انجمنوں، اداروں مکاتب فکر، اور دبستانِ خیال کو چھوڑ کر ایک عوامی پارٹی بنالیں، ایسا غیر فطری اور جبری اتحاد کسی معاشرہ کے لئے مبارک اور خوش آئند نہیں ہوسکتا، اختلاف ذوق، تنوع فکر اور ذہن کی رنگا رنگی ہی سے ایک ترقی پذیر معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

کچھ ایسا ہونا چاہئے کہ ہم اپنے ذاتی اور اجتماعی پروگرام رکھتے ہوئے بھی ایک متفقہ پروگرام اور ایک مشترکہ نظام پر عمل پیرا ہوں، اس سے ایک عظیم فائدہ یہ ہوگا کہ ایک نقطۂ اتحاد اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی وجہ سے آپس کے نجی اور چھوٹے موٹے اختلافات سب اس اتحاد میں گم ہوتے چلے جائینگے۔ جب وحدت و توحید اور اسلامی دعوت کا یہ عظیم کام ہمارے سامنے آئیگا تو ناگزیر ہوگا کہ ہم اپنی ذاتی دلچسپیوں، نجی مشاغل، پرائیوٹ معاملات اور جماعتی مصالح کو اس پر قربان کرتے رہیں، اور اللہ و رسول سے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں

من و تو گر فنا شویم چہ باک
غرض اندر میاں سلامتِ اوست

ہم جیسی اور جتنی بھی قربانیاں دیں گے اگر اس پر اجر و ثواب کا احساس اور ذاتِ رسالت مآبؐ کے حضور میں سرخروئی کا خیال رہے گا تو وہ قربانیاں زیادہ نہ معلوم ہوں گی اس لئے کہ روشن مستقبل کی جھلکیاں تلخ ماضی کے دھندلکوں کو محو کر دیتی ہیں اور نشاط کامرانی شکستوں میں بھی فتح کی لذت پیدا کر دیتا ہے۔

مقصد کا اتحاد اور منزل کی یکسوئی ہو تو راستے کے بہت سے اختلافات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں سفر میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر یورپ سے ایشیا کو پرواز کرتے ہوئے کسی ایشیائی آدمی کو کوئی ایشیائی رفیق سفر مل جائے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے اور پھر کس مزے سے راستہ کٹتا ہے، اور وقت ہنستے کھیلتے گذر جاتا ہے، اور اگر دونوں کا ملک بھی ایک ہو تو اتحاد اور بڑھ جاتا ہے اور کہیں ہم وطن نکلے تو پھر تو پوری بے تکلفی شروع ہوجاتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی ہم مذاق و ہم پیشہ دوست مل جائے تو سفر کا تکان اور اس کا خیال ہی ختم ہو جاتا ہے اور سفر جشن بن جاتا ہے۔ یہی نقشہ مقصد کے مسافروں کا بھی ہوتا ہے کہ مقصد و منزل کے مسافر اگر بے حس، خود غرض، بے انس نہ ہوں گے تو وہ ایک دوسرے سے پورا تعاون کرینگے مقصد کا انہماک ہر چیز کو بھلا دیتا ہے، اگر آپ میں انہماک نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو آپ کا مقصد عظیم نہیں، یا پھر آپ کو اپنی غفلت و غلطی سے مقصد کا صحیح احساس و شعور نہیں، اگر آپ کے نزدیک اسلام ہی ایک مقصد عظیم ہے اور مسلمانوں کا واحد پروگرام اور آئیڈیل! ہے اگر خالص اس کے لئے آپ میں انہماک و مشغولیت نہیں تو اس کا واحد اور کھلا سبب یہی ہوگا کہ ذاتی مفاد، جماعتی مصالح، گروہی عصبیت، فکری گروہ بندی یا پھر دنیا پرستی، اور خدا فراموشی نے آپ کے ضمیر کو مردہ کر دیا ہے۔

دنیا میں دو ہی بڑے معیار ہیں خیر و شر، فلاح و خسران، دنیا پرستی و آخرت طلبی، بحیثیت مسلمان کے تو ہماری کامیابی کا کوئی دوسرا معیار ہو ہی نہیں سکتا، احتساب نفس کے سب سے آسان طریقے جو ہمارے لئے ہیں وہ یہی ہیں کہ ہم خدا کے حضور اپنے آپکو حاضر تصور کر کے اپنی ذاتی و جماعتی مشغولیتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ دعوتِ اسلامی ہر عہد میں مسلمانوں کے نفع و نقصان کا معیار رہی ہے، یعنی جس حد تک دعوتی کام ہوا مسلمانوں پر دنیا کی شاہراہیں کھلتی چلی گئیں، اور جب اور جس حد تک اس صراطِ مستقیم سے لغزش ہوئی ہم ہلاکت کی وادیوں میں گرگر رہے۔

سچ تو یہ ہے مسلماں کے تنزل کا سبب
ترکِ پابندیٔ اسلام ہے اسلام نہیں
(شبلیؒ)

اجتماعی حوادث میں ہم بہت سے اختلافات بھول جاتے ہیں، آگ لگ جائے یا سیلاب آجائے، یا دشمنوں کا حملہ ہو جائے تو (بقیہ صــ پر)

تبلیغ اسلام کیلئے خود کو کون وقف کرے گا۔؟

لائبیریا کے مسلمان آپ سے کیا کہتے ہیں؟

اغیار کی مبالغہ آرائیاں، ایک گہری چال

تحریر: انیس الدین احمد

لائبیریا: لائبیریا کا شمار اس وقت مغربی افریقہ کی ترقی پذیر ریاستوں میں ہوتا ہے، بحر گنی کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور کافی، چینی اور روغن زیتون پیدا کرنے کے لئے مشہور ہے، سرکاری زبان انگریزی ہے، اس ملک کی آبادی دس لاکھ ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے، جس میں ۲۵ فیصد بُت پرست ۳۰ فیصد مسلمان اور ۴۵ فیصد عیسائی ہیں، لیکن اقوام متحدہ کی ۱۹۶۱ء کی ائیر بک کے مطابق مسلمان ملک کی آبادی کا ۴۵ فیصد ہیں، ایک مغربی مصنف تھامس پیٹرک ملیڈی نے اپنی کتاب FACES OF AFRICA (۱۹۶۴ء) میں مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ ساٹھ ہزار (یعنی ۵۲٪) بتائی ہے، اس افرادی قوت کے باوجود مسلمانوں کا حکومت اور ملک کی انتظامیہ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پولیس اور فوج میں بھی سب عیسائی چھائے ہوئے ہیں، ملک کا صدر اور پوری کابینہ عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ موجودہ صدر اپنے عہدہ صدارت سے پہلے ایک مقامی گرجے کا پادری تھا۔

سیاست سے بے تعلقی اور تعلیم کی کمی کے سبب مسلمان ایک عرصہ سے زبوں حالی میں مبتلا ہیں، پورے ملک میں ایک بھی ایسی تعلیمی درسگاہ نہیں جہاں مسلمان اپنے دینی تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں مغربی تعلیم حاصل کرنے والے بھی چند ہی مسلمان نظر آئیں گے۔ اور کسی اچھے سرکاری عہدے پر فائز تو شاید ہی کوئی مسلمان مل سکے گا، ایک معمولی کلرک کی ملازمت کا حصول بھی ان کے لئے کار دارد ہے معیشت، تجارت اور صنعت و حرفت میں مسلمانوں کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس قسم کے دردناک حالات آزاد مسلم ممالک کے لئے ایک لمحۂ فکریہ کا درجہ رکھتے ہیں، مگر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں کے ان اجتماعی مسائل پر توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ ۱۹۶۶ء کے اوائل میں بنڈونگ (انڈونیشیا) میں ہونے والی افریشیائی اسلامی کانفرنس کے موقع پر جب سوڈان نے ایتھوپیا کے مظلوم مسلمانوں کے بارے میں آواز اٹھائی تو کینیا اور لائبیریا نے اس مسئلہ کو کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل کرنے کی مخالفت کی کیونکہ خود ان ملکوں میں مسلمان مظالم و محرومیوں کا شکار رہتے ہیں۔

اتحاد کی ضرورت: دنیا کے مظلوم اور پسماندہ مسلمانوں کو تباہی اور ذلت سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ عالم اسلام کی توجہ اور تعاون سے ایک ایسی مضبوط مرکزی تنظیم قائم کی جائے جو دنیا بھر میں ان کے مفادات کی حفاظت کرے،

> یہاں مسلمانوں کے لئے
> ایک بھی ایسی درسگاہ نہیں
> جہاں وہ دینی تقاضوں کے
> مطابق تعلیم حاصل کر سکیں

مؤتمر عالم اسلامی (کراچی) رابطہ عالم اسلامی (مکہ معظمہ) اور افریشیائی اسلامی تنظیم (جکارتہ) بظاہر مفید تنظیمیں ہیں لیکن عملاً وہ توقعات کے مطابق موثر ثابت نہیں ہو سکیں جبکہ اسلام دشمن تحریکوں کی یلغار شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ان حالات میں بہت ضروری ہے کہ مغربی افریقہ کے مسلم اکثریت کے مقابلہ والے ممالک مثلاً نائجیریا، لائبیریا، گھانا، ایوری کوسٹ گنی، گیمبیا، مالی، سیرالیون، اور سینیگال کے مسلمانوں کو اتحاد کی ایک لڑی میں پرو دیا جائے تاکہ مل جل کر اپنے حقوق کی بحالی کے لئے موثر جدوجہد کر سکیں اور ایک زبان ہو کر اقوام متحدہ میں اپنے جائز مطالبات منوا سکیں۔

مسلم اکثریت کے یہ تمام ممالک عملاً عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے اجنبی رکھنے کے لئے جان بوجھ کر ان کے درمیان پردے حائل کر دیئے ہیں، اگر پوری توجہ محنت اور ایثار سے یہاں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی بیداری کے لئے کام کیا جائے، تو پورا مغربی افریقہ اسلام کی قوت و عظمت کا مرکز بن سکتا ہے جہاں سے مشرقی و وسطی افریقہ میں بھی دشمنانِ اسلام کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات سے بیگانگی: ملک کے مختلف حصوں میں مساجد کم ہیں۔ دارالحکومت منرویا میں صرف دو چھوٹی سی مسجدیں ہیں جو وہاں کے مسلم باشندوں کیلئے قطعی ناکافی ہیں، جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے نمازیوں کو گلیوں کے باہر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اسلام کی صحیح تبلیغ کرنے والی کوئی بھی صالح تنظیم نہیں، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔ وہ گھر بڑا خوش قسمت ہوگا جہاں مکمل قرآن پاک موجود ہو یا اسے پڑھا اور سمجھا جاتا ہو، مسلمانوں کی اسلام سے ناآشنائی عیسائی مشنریوں کی سب سے بڑی کامیابی ہے، عالم اسلام کی عدم توجہی کی وجہ سے یہاں کی مسلم آبادی بتدریج ارتداد کا شکار ہو رہی ہے۔

وہ آپ کی توجہ کے مستحق ہیں: لائبیریا میں اسلام کو مادی وسائل اور تربیت یافتہ باصلاحیت اور مخلص اسلامی کارکنوں کی اشد ضرورت ہے، مسلمان حکومتیں اسلامی ادارے اور مخیر حضرات اس کارِ خیر میں حصہ لیکر نہ صرف لائبیریا بلکہ پورے افریقہ میں حالات کا نقشہ بدل سکتے ہیں، عیسائیت کے پردہ میں مغربی اقوام اپنے اثرات کو قائم اور مستحکم کرنے کے لئے جس طرح زور لگا رہی ہیں اور اب اشتراکی اور یہودی براعظم افریقہ میں اثر و نفوذ کے لئے سامراجی خطوط پر جو کام کر رہے ہیں —— وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی طرف سے اب تک غفلت ہی برتی گئی ہے۔

کلیسا کی فریبانہ چال

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کوتاہی کی کسی حد تک ذمہ دار مغربی پریس اور پروپیگنڈا ایجنسیاں ہیں جنہوں نے نہایت چالاکی و عیاری کے ساتھ کئی برسوں سے یہ بات عام کر رکھی ہے کہ افریقہ میں اسلام سرعت سے پھیل رہا ہے، اور اس مذہبی دوڑ میں ہر ایک عیسائی کے مقابلہ میں نو اسلام قبول کرتے ہیں۔

اس منافقانہ حکمتِ عملی کا مقصد عالمِ اسلام کی توجہ افریقہ سے ہٹانی ہے اور اس طرح افریقہ کو عیسائی مشنریوں کے لئے ایک محفوظ جگہ بنانا ہے، اس سلسلہ میں امریکہ کے کثیر الاشاعت ہفت روزہ "ٹائم" نے بہت تباہی مچائی، اس جریدہ نے اپنی ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے پھیلاؤ کے بارے میں ایک خاص مضمون شائع کیا۔ جس میں قارئین کو یہ تاثر دیا گیا کہ افریقہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے —— اور مسلمانوں کی آنکھوں میں اس طرح دھول جھونکی گئی کہ اب بھی وہ صحیح حالات سے بے خبر ہیں۔ مذہبی پریس اور کلیسا کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کا دوہرا مقصد ہے۔

ایک تو یہ کہ وہ اسلامی مورخین کو یہ تاثر دے کر کہ اسلام وہاں بسرعت پھیل رہا ہے۔ تبلیغی افریقہ جانے سے روکے رکھیں اور دوسری طرف اسلام کے ضمن میں مبالغہ آرائیاں کرکے اپنی حکومتوں وصنعت کاروں اور دیگر ثروت مند لوگوں سے زیادہ پیسہ جمع کرکے افریقہ میں عیسائیت کے پرچار پر صرف کریں۔ اب بھی وقت ہے کہ مغربی پریس اور کلیسا کی اس فریبانہ چال کو سمجھا جائے اور افریقہ میں اسلام کی آواز پر لبیک کہہ کر ہم —— میدان عمل میں آ ئیں۔

مسلمانانِ پاکستان کی ذمہ داریاں

خاص طور پر مسلمانانِ ہند و پاکستان کو افریقہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیئے، اور جس حد تک بھی ممکن ہو ایسے اداروں کی مدد کرنی چاہیئے جو نہایت مشکل حالات میں افریقہ کے اندر صحیح خطوط پر تبلیغی کام کرنے کے لئے قائم ہو رہے ہیں، اگر نقد رقوم کا بھیجنا ممکن نہ ہو تو قرآنِ مجید کی جلدیں اور انگریزی زبان میں دینی کتب ارسال کی جا سکتی ہیں، سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ کچھ نوجوان دینی اور جدید علوم سے آراستہ ذہنوں کے ساتھ اپنے آپ کو افریقہ میں کام کرنے کے لئے تیار کریں اور پھر وہیں جا کر اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

مومنو! تمہارا مال اور اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے، اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے "اس وقت" سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سے اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا —— اور جب کسی کو موت آ جاتی ہے تو خدا اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے (سورہ المنفقون ۹ تا ۱۱) تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں، —— اگر تم اللہ کو اخلاص اور نیت نیک سے قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دو چند دے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا اور اللہ قدر شناس اور بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے۔

(سورہ التغابن ۱۴ تا ۱۸)

بقیہ: ہم متحد کس طرح ہوں؟

اس وقت ساری خود غرضیاں ختم ہو جاتی ہیں، تعجب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر اس وقت جبکہ حوادث کا ہجوم ہے، ہم کیسے ذاتیات میں الجھے اور لغویات میں کھوئے ہوئے ہیں؟ ملتِ ہندیہ کے ہر غم خوار کا یہی احساس ہے کہ ہر طرح کی قربانیوں اور خصوصاً اختلافات کی قربانیوں کا یہی آخری اور قطعی فیصلہ کن وقت ہے جبکہ امتِ مسلمہ کا مستقبل متعین کیا جا رہا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہماری امت بالکل اسی ترکستانی راہ پر چل رہی ہے جہاں سے کعبۂ مقصود دور تر ہوتا جاتا ہے، ہمارے اختلافات کا کچھ وہی حال ہے جو بغداد میں شیعہ سنی مناظروں کا تھا، اور جو مسلمانوں کے حملۂ اسپین کے وقت عیسائیوں کا تھا کہ وہ عین لڑائی کے وقت بھی اس میں الجھے ہوئے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ پر خمیری روٹی اتری تھی یا فطیری؟ مقصد اتحاد نہیں ہوتا تو اس قسم کے شرمناک اور عبرت انگیز نمونے ہر زوال آمادہ، اور فانی قوم پیش کرتی ہے —— قرآن کی اتحاد پسندی اور صلح دوستی کا یہ حال تھا کہ اہل کتاب کو بھی کلمۂ سواء اور نقطۂ اتحاد کی طرف بلایا گیا، مگر ہماری اختلاف سرشتی اور نفاق و شقاق پسندی کا یہ عالم ہے کہ خود کلمۂ اتحاد کو موجب اختلاف اور سبب افتراق بنا رہے ہیں، جو رشتۂ وصل شیرازۂ امت کی یکجائی کے لئے آیا تھا ہم اسی کے ٹکڑے کر دیئے —— قرآن رنگ و نسل، ملک و قوم کی حد بندیاں توڑنے آیا تھا مگر ہم نے اس سے تشیع، تحزب، گروہ بندی، اور پارٹی سازی کا کام لیا، اور تاویل سے اسے خانہ ساز مقاصد کیلئے استعمال کیا ہر شخص قرآن کے عام و عوتی انداز کو سمجھتا ہے مگر اسے اپنے محدود مفاد میں مقید کرتا ہے۔ کل حزب بمالدیھم فرحون. کہ قرآن کے فصل کو وصل بنانا چاہا مگر ہمیں جماعت سازی سے اس کی فرصت نہیں —— قرآن نے اتحاد کا نسخۂ شفا ہمیں دیا تھا ہم نے اسے وجہ بیماری بنا لیا۔

"تعمیر حیات"
میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

گذشتہ سے پیوستہ

یروشلم

(از خاور شناس)

اسلامی روایات اور فلسطین

یہ تھا ارض فلسطین سے عیسائی وابستگی کا زائچۂ ارتقاء ــــ تاریخ کا منصف طالب علم خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مذہب اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے یا پھیلانے کا الزام کس حد تک برحق ہے ؟ یہاں ان تفصیلات میں گئے بغیر فلسطین سے اسلامی وابستگی پر نہایت مختصر تبصرہ کرنا مقصود ہے کیونکہ فلسطین سے اسلامی روایات کی وابستگی کا علم آپ میں سے ہر فرد کو بخوبی ہے۔ مندرجہ بالا تبصروں سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ فلسطین میں اور بالخصوص یروشلم میں عیسائی پادریوں نے کس طرح مشرکانہ رسوم کی ابتدا کی اس شرک زار فضا میں اسلام توحید خالص لے کر اس سرزمین پر پہونچا۔

کفر زار سرزمین میں توحید خالص کی آمد

خلفاء اسلام اور فلسطین

ظہور اسلام نہ صرف قدیم رومی وثنیت کے خاتمہ کا مقدمہ تھا بلکہ عیسائی شرک کے استیصال کا پیش خیمہ بھی نہ دیویاں رہیں نہ دیوتا، پادری معبود رہے نہ ان کی بوسیدہ ہڈیاں بلکہ توحید خالص اور اللہ اکبر کے سواء ارض فلسطین میں کچھ نہ رہا، پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد پھیلا، رومی و ایرانی طاقتیں خفیہ و علانیہ ارتداد کو ہوا دینے لگیں، کیونکہ نئی ابھرتی ہوئی اسلامی تحریک سے قبل ہی ان کے کان کھڑے ہو چکے تھے اور اسے کچل کر ختم کرنا ان کے وجود و سالمیت کے لئے لازمی تھا، یہی وقتی سیاست کا تقاضہ تھا۔

ان تفصیلات میں گئے بغیر اتنا ذکر کر دینا کافی ہے کہ فتنہ ارتداد کو دبانے کے لئے اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (۶۳۲ء سے ۶۳۴ء) نے مثبت قدم اٹھائے اور فوجیں مختلف علاقوں میں ارسال کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۶۳۴ء سے ۶۴۴ء) کے سر پر بوجھ پڑا، رومی فوجیں ریشہ دوانیوں میں مصروف تھیں، فتنۂ ارتداد کے خاتمہ کے بعد سرحدی قضیے چلنے لگے، امت مسلمہ کے خاتمہ کے لئے روم اور ایران تیار ہوئے۔ ایک طرف مٹھی بھر عرب دوسری طرف رومی و ایرانی فوجوں کا پرشور سیلاب ــــ لیکن یہ سیلاب بلا اسلامی تحریک کے دھارے کو نہ روک سکا شکست پر شکست ہوتی رہی، آخر ۳۰ جولائی ۶۳۴ء کو جنوبی فلسطین (اجنادین) پر اسلامی قبضہ ہو گیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے تمام شہر مزاحمت کے بغیر ہتھیار ڈالنے لگے۔ ہرقل ۶۳۶ء میں زبردست فوج لیکر عربوں کے خلاف بڑھا، خالد نے دریائے اردن کے مشرق میں مقام یرموک پر اپنی فوجیں اتار دیں۔ فیصلہ کن جنگ کے بعد ۲۰ اگست ۶۳۶ء کو سارا شام عربوں کے قبضہ میں آگیا، ۶۳۸ء میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی خود تشریف لائے تو یروشلم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ۶۴۰ء میں فلسطین کے سرکاری شہر قیصریہ کا سقوط ہوا اور فلسطین زیر اسلام آگیا، انتظامیہ کی سہولت کے لئے حضرت عمرؓ نے شام کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا (۱) دمشق (۲) حمص (۳) اردن اور (۴) فلسطین۔

اس مختصر تاریخی تسلسل کو ذہن نشین رکھنے کے بعد اسلامی روایات کی وابستگی کا سرسری جائزہ لینا مناسب ہوگا، یہ سب جانتے ہیں کہ یروشلم اسلام کا قبلۂ اولیٰ تھا، جدھر رخ کر کے مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے، اس سے زیادہ اہم یہ تھا کہ اسلام کا براہ راست آسمان سے روحانی رابطہ معراج محمد[2] کے ذریعہ اسی سرزمین سے شروع ہوا نیز ــــــ اسی سرزمین پر انبیاء کرام کی امامت محمد صلعم کو بخشی گئی، یہ اہم روحانی تعلقات روز اول سے پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اس شہر کی تقدیس کا اعلان کر دیا ــــ قدیم عبادتگاہ (حضرت سلیمانؑ) کو ہاتھوں سے صاف کر کے خدا کی سرزمین اور شہر میں خدا کے آگے سرنگوں ہو گئے۔[1]

یہی واضح فرق تھا اسلامی اور غیر اسلامی کردار میں، اوروں نے یروشلم کو برباد کیا تھا اسلام نے اسے آباد کیا، غیروں نے جو کچھ لوٹا تھا اسلام نے لوٹا دیا۔

اموی و عباسی خلفاء

اموی دور میں فلسطین خلافت کا نواں صوبہ تھا۔ اموی خلفاء کی توجہ خصوصی فلسطین کے ساتھ روز اول سے رہی، ۶۹۱ء میں خلیفہ عبدالملک (۶۸۵ تا ۷۰۵ء) نے یہاں معروف مسجد ــــ (DAME OF THE ROCK) تعمیر کرائی عبدالملک اور بعض روایات کے مطابق ان کے لڑکے الولید (۷۰۵ تا ۷۱۵ء) نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کرائی جہاں سے محمدؐ کو معراج ہوئی تھی، اموی خلیفہ عمر ثانی ــــ (۷۱۷ سے ۷۲۰ء) کے زمانہ سے یہاں مسلم آبادی کا اضافہ ہونے لگا۔ ریگستان سے عرب قبائل یہاں آکر آباد ہونے لگے۔

اموی خلیفہ کا خاتمہ ہوا اور ۷۵۰ء میں عباسی خلفاء برسر اقتدار آئے۔ انھوں نے قبیلہ قیس کی حمایت حاصل کی، کیونکہ یہ قبیلہ جنوبی یا یمنی قبائل کا (جو امیہ کے طرفدار تھے) سخت دشمن تھا۔ فلسطین میں عرصہ سے یمنی قبائل آباد تھے یہ سب امیہ کے طرفدار تھے، اسی لئے زوال امیہ کے بعد کئی بغاوتیں ہوئیں اور ۸۴۰ سے ۸۴۱ میں یمنی قائدین نے امیہ کی حمایت میں سفید پرچم بلند کیا۔ اور امیہ کو دوبارہ برسر اقتدار لانے کے لئے ایک فلسطینی فوج تیار کی، لیکن یہ تمام کوششیں ناکام رہیں نویں صدی کے نصف اول میں عباسی خلافت کمزور ہو گئی، متعدد چھوٹی ریاستیں ابھر آئیں، قرامطہ نے فلسطین پر حملے کئے اور اخشیدین ۹۳۶ء سے ۹۶۹ء تک

فاطمی سلجوق و عثمانی خلفاء

۹۳۵ عیسوی سے ۹۶۹ء تک فلسطین پر قابض

[1] مقالہ فلسطین (مرجع سابق) صفحہ ۱۶۶

[2] یروشلم سے آنحضرت کو معراج ہوئی معراج کے اسلامی ادب کے عیسائی عقائد پر جو اثرات ہوئے اس کی بحث ضمیمہ دانتے ملاحظہ ہو۔

رہے۔ ۹۶۹ء میں فاطمی خاندان نے مصر پر قبضہ کر کے اخشیدیین کو مصر بدر کیا۔ سال بھر بعد شام و فلسطین پر بھی فاطمی قبضہ ہو گیا، اسی دور میں فلسطین پر صلیبی حملے شروع ہو گئے ۱۰۷۱ء میں یروشلم پر سلجوقیوں کا قبضہ ہو گیا، لیکن ۱۰۹۸ء میں فاطمیوں نے پھر اسے حاصل کیا اور ۱۰۹۹ء میں یروشلم پھر عیسائیوں کے ہاتھ چلا گیا، جس کی روح فرسا داستان میں جانے کا نہ یہاں موقع ہے نہ محل۔ عیسائیوں کے ہاتھوں میں یروشلم کے چلے جانے کا غم عام رہا۔ آخر ۱۱۸۷ء میں مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے دوبارہ عیسائیوں سے حاصل کیا۔

۲۴ اگست ۱۵۱۶ء میں عثمانی سلطان سلیم اول نے فلسطین پر قبضہ کر کے عثمانیہ خلافت کے ماتحت کر لیا، اور ۱۸۳۰ء تک فلسطین دمشق کے ساتھ رہا، تین سو سالوں تک مکمل امن و امان رہا۔ جب عیسائی حملے یعنی نپولین کے حملے شروع ہوئے تو شرق اوسط کی فضا پھر بدلی۔ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۰۱ء تک مصر پر نپولین کے حملے ہوتے رہے اور عارضی قبضہ رہا۔

فرانسیسی فوج کے تخلیہ کے بعد ترکی کا وائسرائے محمد علی مصر کا خود مختار حاکم بن گیا۔ ۱۸۳۱ء میں اس نے فلسطین پر بھی قبضہ کر لیا، محمد علی کے دور میں اسلامی فلسطین کو تاریخی صدمات پہونچے بلکہ درحقیقت آج جو دن اسلام کے سامنے آیا ہے وہ محمد علی کی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ اس دور میں مغربی اثرات فلسطین میں ہر دور سے زائد بڑھے، یورپ کے عیسائی آکر یہاں آباد ہونے لگے، لاتعداد مشنری اسکول کھلے، یورپ سے آکر بسنے والوں کی امداد کی جانے لگی، ۱۸۴۰ء میں فلسطین پھر ترکی کی مرکزی خلافت کے ماتحت آگیا۔ اس دور میں بھی کافی یوروپین آئے اور محمد علی کے زمانہ میں عیسائی دور کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ رک نہیں سکا، بالخصوص فرانسی، جرمن اور روس کے یہود آکر یہاں بسنے لگے اور اپنی زراعتی کالونی قائم کر لی ۱۸۴۰ء میں ترکی کی سیاسی بصیرت ۱۹۴۸ء کے المیہ کو دیکھنے سے قاصر رہی۔

۱۹۱۴ء میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی، ترکی کی شکست ہوئی، برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ کر کے رچارڈ کے ارمان پورے کئے، مئی ۱۹۴۸ء تک برطانیہ کی فوجی حکومت قائم رہی، اس عرصہ میں یہود کا سیلاب سارے یورپ سے یہاں آ نکلا اور اسلام کش برطانوی پالیسی نے عربوں کو ہمیشہ کے لئے فلسطین سے نکال کر چارلس کی شکست کا بدلہ لے لیا۔ مئی ۱۹۴۸ء میں فلسطین سے برطانیہ کا تخلیہ ہوا اور اسرائیلی حکومت وجود میں آگئی، یروشلم دو حصوں میں بٹ گیا ــــ تاریخی حصہ مسلمانوں کے پاس رہا۔ اسرائیلی یروشلم کی آبادی ایک لاکھ ۶۰ ہزار تھی اور مسلم یروشلم میں ۷۵ ہزار تھے ۸ جون ۱۹۶۷ء کو یہ تاریخی اسلامی شہر یہودیوں کے ہاتھ چلا گیا اور اسرائیلی ریاست کا جز لاینفک قرار دے دیا گیا اور آئندہ کا فیصلہ تاریخ کے ہاتھ چھوڑ دیا گیا ــــ کیونکہ مرد مومن کا ظہور تاریخ کے ہر دور میں ممکن نہیں۔

وقفہ سوال وجواب

سامعین و حاضرین کے طویل سوالات اور خطیب کے جوابات کے بعد آج کی مجلس مذاکرہ ختم ہو جاتی ہے۔

دوسرا منظر

دوسرا لکچر

جامعہ کا یونین ہال حسب معمول بھرا ہوا تھا۔ کلوکیم کے مقررین میزبان اور عرب صاحبان (۱-۲-۳-۴) کے ساتھ ڈائس پر تشریف فرما ہیں۔

آج کے لکچر کا عنوان حسب ذیل ہے۔

"اسلامی یروشلم پر عیسائی یلغار کی داستان خون آشام"

ذیلی عناوین !

یروشلم میں عیسائی زائرین کی آمد۔

دانتے شکسپیر ملٹن اور اسپنسر کی زبانی زائرین یروشلم کی کہانی۔

عربوں کی آمد اور زیارات میں اضافہ۔

ترکوں کی آمد کے ۲۰ سال بعد عیسائی یلغار۔

عیسائی بہیمیت کی داستان جگر فگار۔ مردم خوری و بدکاری۔

سقوط یروشلم (۱۵ جولائی ۱۰۹۹) اور مسیحی سفاکیاں۔

دوسری صلیب ۱۱۴۷ء۔

ظہور مرد مومن۔

بیت المقدس کی بازیابی۔ (نومبر ۱۱۸۷ء)

یروشلم میں مرد مومن کا داخلہ (۲۷ رجب ۵۸۳ھ)

خون آشامیاں یا گلاب پاشیاں ؟

مسلمانوں کی واپسی پر عیسائی باشندوں کی مسرت اڈورڈ گبن کا اعتراف۔

مذہب اسلام اور عیسائیت کا موازنہ لین پول کا اعتراف۔

رحم دل مومن اور شیر دل رچارڈ۔ پیغام صلح اور جنگ کی پکار۔ تیسری صلیب ایمان اور طاقت کا مقابلہ۔

تعمیر حرم۔

وصال مرد مومن (۴ مارچ ۱۱۹۳ء مطابق ۲ صفر المظفر ۵۸۹ھ)

کردار مرد مومن

دانتے اور صلاح الدین (دانتے کی نظر میں مرد مومن مستحق جہنم ہے)

حضرت علی اور پیغمبر اسلام بھی دانتے کی نظر میں مستحق جہنم ہیں۔

چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صلیب۔

ساتویں صلیب اور سقوط یروشلم۔

زوال خلافت اسلامیہ کا سانحہ جانگداز (۱۲۵۸) حملہ تاتار ؟ کیا درپردہ عیسائی بھی تاتار کے حلیف تھے ؟ ایک اہم تاریخی سوال ؟

نویں صلیب

صلیبی جنگیں غیر منصفانہ تھیں۔ مسیحی مورخین کا اعتراف۔

خطیب نمبر ۲ (پرجوش خیر مقدم کے بعد)

عزیزان گرامی !

ارض مقدس سے تین اہم مذاہب عالم کی روحانی و تاریخی وابستگی کو ذہن نشین رکھنے کے بعد آج کا موضوع بحث زیادہ سہل ہو گیا ہے، علماء نفسیات کی جدید تقسیم کے مطابق صدمات کی مختلف قسمیں ہیں اور مختلف مدارج بھی۔ شدت کے اعتبار سے بعض صدمات خفیف ہیں۔ اور بعض مہلک، ظہور اسلام سے عیسائی مذہب کو جو صدمہ پہونچا ہے وہ آخر الذکر صنف سے متعلق ہے، دنیا میں عیسائیت کے ظہور سے قبل اور اس کے بعد ہزار ہا مذاہب وجود میں آئے اور آج بھی نت نئے مذاہب فکر نمودار ہو رہے ہیں عیسائیت کو اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب سے ایسی ازلی پرخاش نہیں، یروشلم میں خون آشامیوں کی داستان (باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ "محسنِ اعظمؐ کی یادگار"

دوست کے ساتھ گفتگو کرنے کا وقت ہو یا دشمن کے ساتھ عبادت کی حالت ہو یا آرام کی، صحابۂ کرام سے مخاطب ہوں، یا کسی اور سے، غرض ہر جگہ اور ہر وقت اور ہر لمحہ آپ دیکھیں گے کہ نبوت کے تقاضے اور رسالت و پیغمبری کے آداب و اطوار ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑتے، اور ایک انسان کامل اور نبی معصوم برحق کے سارے اوصاف آپ کے اندر پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو اشعار کہے تھے ان میں کتنی صداقت اور کس قدر حقیقی تصویر موجود ہے۔

واحسن منک لم ترقط عینی

آپ سے زیادہ خوبصورت شخص میری آنکھوں نے کبھی اور کہیں نہیں دیکھا

واجمل منک لم تلد النساء

اور آپ سے زیادہ حسین و جمیل اولاد عورتوں نے کبھی نہیں پیدا کیا۔

خُلقت مبرّأً من کل عیب

آپ ہر عیب سے پاک و صاف پیدا ہوئے

کأنک قد خلقت کما تشاء

گویا آپ کی خلقت آپ کی .... خواہش کے مطابق ہوئی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے امتی ہونے کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ ہم ہر سال ربیع الاول کے مہینہ میں ایک رسم کے طور پر حضور کی ولادت باسعادت کی یادگار منالیں، بلکہ آپ کی اتباع اور محبت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم ان حالات کا جائزہ لیں جن میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پوری ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ بڑی سے بڑی مخالفت کو گوارا کیا، اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی عطا کی۔

کسی بڑے اور نیک مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ انسان اس مقصد کو اپنی زندگی کا جزء بنالے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے اپنے آپ کو تیار پائے، ہماری زندگی اور ہمارے معاشرہ کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم میں اخلاص و قربانی کے وہ جذبات نہ صرف سرد پڑ چکے ہیں بلکہ مردہ ہو چکے ہیں، درآنحالیکہ ہماری تاریخ، ہمارا مذہب اور ہماری تہذیب قربانی و ایثار کا سب سے بڑا مرقع ہے اور ایثار و قربانی ہی دراصل اس بلند عمارت کی اساس ہے یہ کتنی بڑی ناشکری ہے کہ جو ذات گرامی اس کائنات کی نئی زندگی، اور انسانوں کی بلندی و سعادت کا باعث بنی، اور دنیا کی سب سے عظیم ترامت مسلمانوں کے وجود اور ان کی عزت و سربلندی کا سبب ہوئی، وہ اس کے اس احسان عظیم کو بھلادے، اور ان تمام تعلیمات سے منہ موڑلے جو اس کی عظمت کا نشانِ امتیاز ہے۔

ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا ہر وقت عہد کرتے رہنا چاہیئے، اور حضورؐ کی سیرت کو اپنے لئے اسوہ بنا کر اس کی روشنی میں زندگی بسر کرنا اپنا شیوہ بنالینا چاہیئے، سال میں محض ایک دفعہ رسمی طور پر یادگار سیرت منالینا کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سیرت طیبہ کا نمونہ ہمہ دم ہماری نظروں کے سامنے ہونا چاہیئے، تاکہ ہم اسی کے مطابق اپنی سیرت کی تعمیر کر سکیں، اور محسن اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس احسان عظیم کا کچھ حق ادا کر سکیں۔

محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بقیہ "صورِ زندگی"

تو ایک غریب مؤذن اسی کی مملکت کی بلندیوں سے اللہ اکبر کہہ کر اس کے دعوئے خدائی کا تمسخر اڑاتا ہے اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ حقیقی بادشاہت کا اعلان کرتا ہے اس طرح دنیا کا مزاج بے اعتدالی سے اور اس کا دماغ بہکنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اس عرفان ایمان اور اعلان کا چشمہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تعلیم و دعوت ہے اور اب یہی عرفان ایمان اور اعلان دنیا کی حیات نو کا سرچشمہ اور ہر صبح صادق انقلاب کا واحد ذریعہ ہے

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

لہ تعمیر لکھنؤ میں پہلی بار "دنیا کو ہماری ضرورت ہے" کے عنوان سے بعد میں علیحدہ مضمون کی شکل میں "روشنی کا مینار" کے عنوان سے مکتبۂ اسلام نے شائع کیا تھا۔

بقیہ:۔ "یروشلم"

اسی ازلی پرخاش کی عکاس ہے، یہ صدمہ ہنوز موجود ہے، اور شاید اس وقت تک رہے گا جب تک اسلام اور مسلمانوں کا یا تو مکمل خاتمہ ہو جائے یا ان کا وجود نفی کے برابر ہو۔

یروشلم پر مسیحی یلغار کی داستان طویل ہے، کہا جاتا ہے کہ مسیحی حجاج یروشلم (لفظ حاجی استعارۃً استعمال کیا گیا ہے) کے ساتھ مسلم خلفاء کا سلوک غیر تشفی بخش بلکہ ظالمانہ تھا، اس الزام کے تاریخی تجزیہ سے قبل یورپ کے مسیحی زائرین کے مختصر روئیداد پیش کرنا مناسب ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

ناظم ندوۃ العلماء کے

سیرتِ پاک

کے

موضوع پر مختلف مقالات اور تقاریر کا

مجموعہ

کاروانِ مدینہ

جسکے آخر میں

فارسی اور اردو شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب بھی موجود ہے

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ——— صفحات ۲۲۷

مجلد خوبصورت گردپوش ——— قیمت ۳ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم
ندوۃ العلماء
پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ (یوپی)

نتیجہ امتحان ششماہی دار العلوم درجات ثانویہ بابتہ سال ۱۳۸۸ھ

نتائج صرف کامیاب طلبہ

درجۂ نہم

(۱) سید محمد فضل الحق — اول
(۲) محمد ہاشم — ״
(۳) عبد الوہاب — ״
(۴) مظہر الحسن — دوم
(۵) احمد حسین — ״
(۶) محبوب احمد — ״
(۷) محمد امین عثمانی — سوم
(۸) عبد الرحیم خاں — ״
(۹) خورشید حبیب — ״
(۱۰) علی احمد — ״

درجۂ ہشتم

(۱) دلشاد احمد — اول
(۲) عبد العزیز — ״
(۳) عظمت اللہ — ״
(۴) عبد الرحمٰن — ״
(۵) عبد الحمید — دوم
(۶) محمد معاذ — ״
(۷) طیب حسن — ״
(۸) خلیل الرحمٰن — ״

درجۂ ہفتم

(۱) خالد محمد خاں — اول
(۲) محمد منصور — ״
(۳ و ۴) عبد الرحمٰن، محمد صالح — دوم
(۵) منیر احمد — ״
(۶ و ۷) محمد محسن خاں و محمد سہیل — سوم

درجۂ ششم

منظور احمد، شمیم احمد، نیاز احمد، محمد منتظر، اشتیاق احمد، محمد سہیل، محمد سلیم اول، محمد رقیب، مظفر فخر الدین، انوار الحق، محمد جاوید، شاہد لطیف، سید محمد حسن سعید

درجۂ پنجم

محمد طٰہٰ، مشتاق احمد، مسعود الحسن، محمد کامل، اصغر علی، فضل الحق، محمد عمران، غلام نبی،

درجۂ چہارم

عبد الغفار، ناصر الدین ثانی، محمد ولی، محمد ابراہیم، محمد یوسف، مسرور حسن، محمد صدیق،

درجۂ سوم

حافظ محمد رضوان، محمد ہاشم، محمد شعیب، عبد الباری، الیاس احمد کلاں، محمد عالم، رحمت علی، محمد قدیر،

درجۂ دوم

شہید احمد، سعید احمد، ظہیر احمد، عبد الحکیم، امان اللہ، مطیع اللہ، محمد سلمان، خالد کمال، محمد سعید، محمد اسحاق، معراج الدین، شاہدہ پروین

درجۂ اول

سلطان الدین، نظام الدین، حامد حسین، عبد الخالق، محمد کامل، محمد صہیب، افسر حسین، فریدہ خانم، سجاد اختر، محمد عرفان، عبد المجید، محمد فاروق، شیب احمد، شاہ عالم، محمد اقبال، محمد احمد۔

درجۂ اطفال

منی، سید محمد عبید الرحمٰن، انصار اللہ، عامرہ پروین، تاج الدین، محمد ریحان، سیدہ، سراج الدین، ترنم بانو (؟)

خط و کتابت کے

وقت

حوالہ نمبر خریداری

ضروری ہے

"منیجر"

کوائفِ دار العلوم

(از:۔ مولانا عبد السمیع صاحب ندوی)

شیخ محمد عبد الرحمٰن خلیفہ اردن کے سربرآوردہ علماء اور وہاں کی دینی تحریک کے سرگرم رکن آجکل فلسطین کے مسئلہ میں مسلم رائے عامہ ہموار ..... کرنیکے لئے مختلف ممالک کا دورہ کر رہے ہیں۔

۲۵ صفر المظفر ۸۸ھ کو لکھنؤ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ، سے ملاقات نیز اس موضوع پر گفتگو اور تبادلۂ خیال کرنے اور مولانا موصوف کو قدس کے سلسلہ میں عمان میں ۵ رجون کو منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے تشریف لائے تھے، موصوف نے دار العلوم کے مہمان خانہ میں قیام کیا اور دار العلوم کے تمام شعبوں کو دیکھا، طلبہ کی انجمن الاصلاح کے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں گذشتہ بیس سالہ مساعی کا مختصر جائزہ پیش کیا اور اس بارہ میں بعض اعتراضات کے جواب بھی دیئے، موصوف دار العلوم کی دینی مساعی سے بیحد متاثر ہوئے یک روزہ قیام کے بعد دہلی ہوتے ہوئے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی روانہ ہوگئے۔

انفرادی زندگی کی طرح اجتماعی ماحول بھی نشیب فراز، سرد و گرم، تلخ و شیریں حالات و احساسات کا حامل ہوتا ہے۔ ذیل کی سطور میں ایک غم انگیز حادثہ کی اطلاع دیجارہی ہے۔

مولوی انوار الحسن صاحب ندوی دار العلوم کے ایک ہونہار فاضل نوجوان تھے رائے بریلی وطن تھا، کئی سال سے مدرسہ ثانویہ میں مدرس تھے، تبلیغی کام سے تعلق رکھتے تھے اور اسی کے ذریعہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ سے متعلق ہو کر دینی تعلیم کی طرف رجوع ہوئے (ابتداً رائے بریلی ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے) حضرت مولانا مدظلہ سے بیعت و ارادت کا بھی تعلق تھا — چند دن قبل یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان دے کر فارغ ہوئے تھے، دار العلوم میں تعطیل ہو جانے کے دوسرے دن رائے بریلی حضرت مولانا مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۳۰ صفر المظفر ۸۸ھ مطابق ۲۹ مئی عصر و مغرب کے درمیان تکیہ حضرت شاہ علم اللہ رح (وطن حضرت مولانا مدظلہٗ) کے پائیں بہنے والی سئی ندی میں غسل کرتے ہوئے، ڈوب کر شہید ہوگئے، وہیں کے قبرستان میں سپرد خاک کر دئیے گئے — انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کے پسماندگان میں ضعیف والدین اور اہلیہ کے علاوہ پانچ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔

دوسرے دن دار العلوم میں اطلاع ہوتے ہی تعطیل کا اعلان کر دیا گیا، اساتذہ اور اسٹاف کے تمام حضرات کتب خانہ ہال میں جمع ہوئے، حضرت مہتمم صاحب دار العلوم نے اس حادثہ فاجعہ پر تعزیتی تقریر کی اور موصوف کے لئے ایصال ثواب کیا گیا، ناظرین سے بھی دعاء مغفرت کی استدعاء ہے۔

مولوی واجد علی صاحب:۔ ضلع گونڈہ کے اطراف کا دورہ کر رہے ہیں۔

مولوی عبد الرشید صاحب:۔ چمپارن، مظفر پور وغیرہ کا دورہ کر رہے ہیں۔

منشی عبد الستار صاحب رحمانی:۔ آندھرا پردیش کا دورہ کر رہے ہیں۔ احباب و مخلصین سے بیش از بیش تعاون کی درخواست ہے۔

بقیہ :- عرب زلزلہ شمتم بوزبے خبرات

امام اکبر کو معلوم ہے کہ مدعی کو شہادت طلب کرنے کا حق ہے یہ اس کا شرعی حق ہے۔ (قال الشہادۃ فرض تلزم الشہود ولا یسعہم کتمانہا واذا طالبہم المدعی ..... لقولہ تعالےٰ ولا یابی الشہداء اذا ما دعوا وقولہ تعالیٰ ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ وانما الشرط طلب المدعی لانہا حقہ ..... ایضاً ج ۳ ص ۸۵)

امام اکبر :- ان اصول کی وتعیت ہے !..... جی ہاں !......

قاضی :- امام اکبر سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ مقدمہ کی آئندہ سماعت کیلئے عقائد اور فقہ کے مندرجہ ذیل مصادر ومضامین پر نظر ثانی فرما لیں، عقائد کے اعتبار سے قرآن وحدیث کے علاوہ ائمہ اسلام کی تفسیرات بھی ملاحظہ ہوں جو اسلام ایمان وکفر کے سلسلہ میں موجود ہیں۔ فقہی نقطہ نظر سے جرح کے لئے ہر چہار مکاتب فقہ کی تاویلات، مستند فقہی مصادر، اشباہ ونظائر اور مصطلحات کے علاوہ فتوؤں کے مجموعوں پر بھی نظر ثانی کی جائے۔ شہادت، حدود وتعزیرات ارتداد، افتاء، اقضیہ کے مسائل پر فقہی نقطہ نظر سے غور کیا جائے۔

حسب ذیل مصادر مفید ومعاون ہو سکتے ہیں۔

(الف) عقائد :-

(۱) قرآن :- لفظ ضالین عربی لغت کے اعتبار سے گمراہی اور بے راہ روی کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے لیکن جب یہ لفظ اسلام کے اصطلاحی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو اس کے معنی عام لغوی گمراہی کے نہیں رہتے بلکہ خاص گمراہی مراد ہوتی ہے "رای الاسلام فی جرائم الاخوان" کی سرخی لفظ ضالین کو بہر حال عام لغوی معنوں سے خارج کرکے خاص اصطلاحی معنوں میں لے آئی ہے لہٰذا سورۂ فاتحہ سے لیکر قرآن میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس پر نظر ثانی کی جائے، سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے لئے امام رازی کی "تفسیر کبیر" جلد اول ملاحظہ ہو۔ "باقی"

امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے ہفت روزہ ترجمان

نقیب

کی ۳۸ سالہ دینی وعلمی خدمات کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ

اب ہر شمارہ

۱۶ صفحات پر عمدہ کتابت وطباعت اور نئی ترتیب وتزئین کے ساتھ ممتاز اور تجربہ کار صحافی

شاہد رام نگری

کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے

دینی طور پر مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ذہنی وفکری تربیت، قرآن مجید احادیث نبوی اور تعلیمات پر

گرانقدر مقالات قومی وطنی اور بین الاقوامی حالات ومسائل پر تبصرے، صفحہ عالم اسلام، انگریزی اور ہندی

اخبارات کے معیاری مقالات اور اداریوں کا ترجمہ اور دوسری چیزیں۔

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

بےخوفی بیباکی حق پسندی اور حق گوئی ہمیشہ سے جس کی روایت رہی ہے۔ خریدار بنکر اس دینی اخبار کی اواز کو گھر گھر پہونچانے میں تعاون فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ روپے۔ فی پرچہ ۲۵ پیسے

ہر شہر میں ایماندار اور محنتی ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ : ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

اسٹاکسٹ کے خواہشمند حضرات خط وکتابت کریں

سول انجینسیاں

پتہ

(۱) ایم ایس ظہیر اینڈ سنس چمن گنج سلطان منزل کانپور

(۲) اودھ جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ

سید محمد الحسنی پرنٹر وپبلشر وایڈیٹر نے تنا رحمی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبہ تعمیر وترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء سے شائع کیا۔

(کتبہ: عبدالاحد خاں)